اسلامی تصور علم اور مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی

Islamic concept of knowledge and futures educational plan

ڈاکٹر سید باچا آغا[1]

لیمہ محمود[2]

Abstract:

Education has always been an important source of inspiration for every one. Islam is the only religion that believes in global unity and universal solidarity. Islam has unique ideology that provides a uniform system of survival for all communities without any subjectivity. Islam is the chief exponent of education. The first ever revelation of Quran, last and universal book for guiding the whole world, categorically gives prove of Islamic appreciation for knowledge and education. Therefore, it is evident that Islam is the only religion in the world that explicitly reveals the importance of learning. Basicaly Education is of two types; One which is decended through Revelation, that is called Narrative Education"and second which human get through their wisdom, hard work, experience and observation, which is called Wisdom base Education." for the success of human as one needs revealed education so is the importance of education received by experience and observation.

This paper is going to explain the Islamic concept of Education, also the importance of modern Education.

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس میں تعلیم عام نہ ہو۔ تعلیم سے مراد ہے شیوع علم، اور اس میں ہر قسم کی تعلیم شامل ہے۔ دینی اور دنیوی، بنیادی اور اعلیٰ، نظری اور عملی، تجربہ و تحقیق پر مبنی ہو یا عقل و فکر پر۔

اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر جس شخص کا انتخاب کیا وہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔ نہ آپ ﷺ لکھ سکتے تھے، نہ لکھا ہوا پڑھ سکتے تھے، نہ آپ ﷺ نے کہیں تعلیم پائی تھی۔ (۱) نہ آپ ﷺ شاعر تھے نہ ادیب کی حیثیت سے آپ ﷺ کی شہرت تھی۔ (۲) نہ آپ ﷺ کاہن یا نجوم داں تھے۔ (۳) نہ سابق مذہبوں سے آپ کو واقفیت تھی۔ (۴) نہ آپ ﷺ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ آسمانی کتاب کیا ہوتی ہے۔ (۵) نہ آپ کو کبھی یہ خیال آیا تھا کہ آپ پر کوئی کتاب نازل ہوگی۔ (۶) نہ اس شہر میں جہاں آپ پلے تھے، بڑھے تھے نبوت یا رسالت کا چرچا تھا۔ انتہا یہ کہ وہ قوم جس کے آپ ﷺ فرد تھے امی تھی، یعنی نبوت سے ناآشنا، کیونکہ اس میں کوئی نبی نہیں ہوا تھا، حضرت ابراہیمؑ کا نام سنا تھا مگر ان کی تعلیمات فراموش ہو چکی تھیں صرف دھندلے سے نشان باقی تھے۔ مگر اب آپ ﷺ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ ایسی قوم

---

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سریاب روڈ، کوئٹہ

[2] شعبہ اسلامیات، سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی، کوئٹہ

میں مکمل انقلاب برپا کریں جو اگرچہ گمراہ ہیں مگر اپنے آپ کو تمام دنیا کی قوموں میں سب سے بہتر اور برتر سمجھتی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ حق وہی ہے جس پر وہ قائم ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باجود اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیغمبر ﷺ پر پہلی وحی بھیجی تو اسے پڑھنے ہی کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔ (۷)

ترجمہ: پڑھو اور یقین رکھو کہ تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ وہی ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یعنی پیغام ہدایت بھیجنے والا بھی معلم اور علیم، اور جو پیغام بھیجا گیا ہے وہ بھی تعلیم کی یعنی ''پڑھو'' اور پھر ڈیوٹی بھی یہ لگائی گئی کہ ''دوسروں کو پڑھاؤ''۔ چنانچہ حضور ﷺ کی ساری عمر تعلیم میں ہی گزر گئی اور تحدیث نعمت اور اظہار حقیقت کے طور پر فرمایا کہ:

انما بعثت معلماً۔ (۸)

ترجمہ: بے شک مجھے معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔

اہمیت علم:

اسلام میں علم کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ صحیح علم کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے اور نہ اس کائنات میں اپنی حیثیت کو۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ ''مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۹)

ترجمہ: اور جو لوگ پختہ علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم (متشابہ آیات پر بھی) ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سبھی طرح کی آیتیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۱۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اسی لئے تو قرآن نے فرمایا ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ (۱۱) اور ہر جاننے والے سے اوپر ایک جاننے والا ہے۔ (۱۲) اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

طلب العلم فریضة علیٰ کلّ مسلم (۱۳)

ترجمہ: (اتنا) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے)۔

لیکن اس سے یہ نہیں سمجھا جائے کہ اس حکم میں صرف دینی علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے، بلکہ بنیادی علم یعنی لکھنا، پڑھنا اور جاننا بھی اس سے مراد ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا اور مدینے میں بھی ایسے لوگ کم تھے، لیکن حضور ﷺ کو اس کمی کو پورا کرنے کا اتنا خیال تھا کہ بدر میں جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں، چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ جیسے عالم نے اس موقع پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ (۱۴) اس میں سائنسی تعلیم بھی شامل ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (۱۵)

ترجمہ: اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ تم زمین میں گھومو پھرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔

اور مسلمانوں کو مظاہرِ فطرت کے مشاہدے پر ابھارتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ (۱۶)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا ہونا، دن اور رات کا بدلنا، سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا تیرنا اور ان سے لوگوں کا فائدہ اٹھانا، آسمان سے بارش کا برسنا اور اس کے ذریعے زمین کا زندہ ہو جانا، روئے زمین پر طرح طرح کے جانوروں کا پایا جانا، ہواؤں کا چلنا اور زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا حکم کے تابع ہو جانا، یہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

یک ماخذی علم:

حضور ﷺ کے پیش کردہ علم کی انتہائی خوبی یہ ہے کہ اس کا ماخذ ایک ہے، اور علمِ حقیقی اور علمِ صحیح کی کامل ترین تصویر ہے۔ اس کو چھوڑ کر اگر دوسرے ذرائعِ علم کی طرف رجوع کیا جائے گا تو سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کا علم خدا کا عطیہ ہے اور عام انسانوں کا علم ان کی اپنی عقل کی پیداوار ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان ناقص العقل ہونے کی بناء پر ناقص العلم ہے، اس کی سوچ محدود ہے اور تعصبات کا شکار ہے جو بنی نوعِ انسان کے لئے اور قیامت تک کے معاملات کے لئے کافی وشافی نہیں ہو سکتی اور پھر اس میں کسی ایک انسان کی عقل رسا کارفرما نہیں ہوتی بلکہ بہت سارے انسانوں کی عقل کو عمل دخل ہوتا ہے۔ کوئی فلسفی ہے، کوئی مقنن ہے اور کوئی تمدنی معاملات کا ماہر ہے۔ مختلف اطراف سے وارد ہونے والے مختلف خیالات زیادہ تر باہم متضاد ہوتے ہیں۔ فلسفہ قانون سے اور قانون تمدنی تقاضوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو وقت کے ساتھ وہ غیر ضروری اور غیر مفید ہو جاتے ہیں۔ جو قدریں جو نظام اور جو تہذیب آج مفید نظر آتی ہے کل وہ غیر مفید اور غیر ضروری ہو جاتی ہیں۔ یونان کا فلسفہ، روم کا قانون اور مغرب کی تہذیب یہی گل کھلاتی رہی ہے۔ کیا اس کے مقابلے میں یہ بہتر نہیں کہ فلسفہ حیات اور قانونِ معاشرہ ایک ہی ماخذ سے ہوں اور ایک ہی مزاج رکھتے ہوں؟ کیونکہ اس کے نتائج مفید اور یقینی ہیں۔ (۱۷)

ذریعہ تربیت:

حضور ﷺ کے پیش کردہ علم میں تربیت وتزکیہ شامل ہے۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا، کیونکہ حضور ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لئے اور قیامت تک کے لئے نمونہ عمل اور قابلِ تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تئیس سال کی مختصر مدت میں صحرائے عرب کے جو وحشی علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن سے بالکل کورے تھے وہ پوری دنیا میں علم وحکمت اور تہذیب وشائستگی کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ (۱۸) تعلیم سے مقصود محض علم دنیا نہیں بلکہ اس علم

کے مطابق شخصیت کی عملاً تعمیر بھی وجود رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی پیغمبر ﷺ کے فرائض گنوائے وہاں تعلیم کے ساتھ تربیت وتزکیہ کا ذکر ضرور کیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا کہ انھی میں سے ان کے درمیان ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جبکہ اس کی بعثت سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

معلم اور داعی حق کی کامیابی یہ نہیں کہ اس کی شوکت وحشمت کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھک جائیں، بلکہ اس کی کامیابی یہ ہے کہ اس کی دعوت کی معقولیت، دلائل کی مضبوطی، اس کے اخلاص، قول اور فعل کے صداقت، اس کی سچی خیر خواہی اور ہمدردی، بے لوث زندگی اور بلندی اخلاق کے سامنے لوگوں کے دل جھک جائیں۔ ان میں گرویدگی اور عقیدت پیدا ہو جائے۔ لہذا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کوئی جور اور جبر نہ ہو، ہر صاحب فکر کی رائے کو آزادی حاصل ہو، وہ خود اچھے برے اور اندھیرے اجالے کو پہچانے اور اپنے ضمیر کی شہادت پر عمل کرے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۰)

ترجمہ: زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں، بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔

بے شک معلم اور داعی حق اصلاحی مسائل پیش کرے گا اور لوگوں سے مطالبہ کرے گا کہ وہ اس کے اصول تسلیم کریں اور ان پر عمل کریں۔ لیکن ضروری ہے کہ انداز نہایت سنجیدہ، دانشمندانہ، نصیحت آمیز اور خیر خواہانہ ہو۔ تبادلہ خیالات اور بحث ومباحثہ کی نوبت آئے تو اس وقت انداز اور طرز بھی ایسا حسین ہو کہ اس سے زیادہ نرم، دل کش اور پیار بھرا انداز نہ ہو سکے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (۲۱)

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاؤ، اس طرح کہ حکمت (دانشمندی) کی باتیں بیان کرو اور اچھے طریقے پر پند ونصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث ونزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقے پر کہ حسن وخوبی کا طریقہ وہی ہو (اس سے اچھا نہ ہو سکے) تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا اور کون راہ راست پر ہے۔

لہذا گمراہ، سرکش اور شرارت پسند جن کو سیدھے راہ پر لانا مقصود ہے ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ حق کی بات سنجیدگی سے سنیں گے اور شرافت کا جواب شرافت سے دیں گے۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ ان کی عزت وعظمت، شہرت یا ان کے کسی مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو وہ لامحالہ حق کے مقابلے میں اپنی ہر ایک شرارت کو کام میں لائیں گے اور پوری قوت سے سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ کریں گے، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ معافی اور درگزر کو اپنا اصول بنالو، نیکی کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرتے رہو۔ اگرچہ قانون یہ ہے کہ:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۲۲)

ترجمہ: برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہوتی ہے۔

لیکن معلم اور داعی حق اس قانون پر عمل نہیں کرتا، بلکہ اس کا اصول یہ ہوتا ہے کہ بدی کا جواب نیکی سے دیتے ہیں، بھلائی کر کے برائی کو رفع کرتے ہیں۔ وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (۲۳)

اور اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ:

ولا یدفع باالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر (۲۴)

ترجمہ: برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتا، بلکہ درگزر کرتا ہے اور بخش دیتا ہے۔

مگر یہ آسان بات نہیں۔ اس کو وہی کر سکتے ہیں جو ضبط و تحمل کے عادی ہوں، جو مکارم اخلاق کے خوگر ہوں۔ لیکن عالم اسباب میں کسی چیز کی عادت جب ہی ہوتی ہے جب پہلے اس کی تربیت ہو چکی ہو۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا تربیت رب کریم کی طرف سے ایسا کیا گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کمالات و اصاف کا عادی بنایا گیا تھا۔

تعلیم ایک مقصد و مقصود:

اسلام کی نظر میں تعلیم وسیلہ و سبب نہیں بلکہ خود مقصد و مقصود قرار دیا گیا ہے اور اس کے حصول کو ایک دینی فرض۔ اسلام نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، جبکہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھے، سردار و امراء اور مذہبی پیشواؤں کے علاوہ عام افراد اس تعلیمی نظام سے خارج سمجھے جاتے تھے، انہیں طبقہ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا جس طرح کہ ہندوؤں کا مثال ہمارے سامنے ہے۔ ہندو مذہب نے علم کا حصول صرف ایک طبقے "برہمن" کے لئے مخصوص کر دیا۔ "شودر" کے لئے ویدوں کا پڑھنا اور سننا ممنوع قرار دیا۔ اور اس سلسلے میں کوئی بھی چھوٹی بڑی کوشش کے لئے سخت ترین سزائیں مقرر کی گئیں۔ (۲۵) عیسائیت میں مذہب و سائنس کی کشمکش اس کی تاریخ کا ایک اہم ترین باب ہے جس میں علمی کاوشوں کو روکنے کے لئے لوگوں کو بدترین قسم کی سزائیں دی گئیں۔ علم کے خلاف اس انتقامی کاروائی نے مذہب اور علم میں ہمیشہ کے لئے رقابت پیدا کر دی۔ (۲۶) یونان اور چین کے ہاں بھی جنہوں نے علم و تمدن کے میدان میں نمایاں بلکہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا، بلکہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھے۔ افلاطون بھی فلسفہ اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا ہے۔ (۲۷) لیکن اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے بلا تفریق طبقات و قبائل و بلا تخصص مرد و عورت سب کے لئے بلا امتیاز و بلا اختصاص عام تعلیم کا آواز بلند کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

طلب العلم فریضة علیٰ کلّ مسلم (۲۸)

ترجمہ: (اتنا) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر سکے)

یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے، امیر و غریب، مرد و عورت اور کالے و گورے ہر ایک پر فرض ہے۔ اس باب میں کسی طبقہ فکر کی نہ تو تخصیص ہے نہ امتیاز۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے اہل کتاب کے علماء سے یہ عہد لیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں، ان کو صاف صاف کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ علوم

دینے کے فروغ میں (جوان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں نہ انہیں چھپائیں۔(۲۹) چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (۳۰)

ترجمہ: وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد کیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا نہیں۔

انسانی ترقی کا زینہ:

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تعلیم ہی انسانی ترقی کا راز اور زینہ ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۳۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے ان لوگوں کے (رتبے) جو تم میں سے ایمان لائے اور ان کے جو علم دیے گئے ہیں (ان پر جو ایمان لائے اور عالم نہیں ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۲)

ترجمہ: (اے رسول اللہ ﷺ) آپ فرما دیجئے، کیا برابر ہیں جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ اہل علم کا مرتبہ غیر اہل علم سے بڑا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی "وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

يرفع الله المؤمن العالم على المؤمن غير العالم ،ورفعت الدرجات تدلّ على الفضل(۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو مؤمن غیر عالم پر فضیلت عطا فرماتے ہیں اور درجات کی رفعت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (۳۴)

ترجمہ: اور برابر نہیں نابینا اور بینا، اور نہ ظلمتیں اور نور، اور نہ سایہ اور لو، اور برابر نہیں زندہ اور مردہ۔

لہٰذا قرآن کریم کی نظر میں علم بینائی، روشنی سایہ اور حیات ہے جبکہ اس کے مقابل جہالت، اندھاپن، تاریکی اور موت ہے۔ شاید اس سے زیادہ مؤثر پیرایہ بیان علم و جہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام علم کے زیور سے آراستہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اسلام علم حاصل کرنے اور رموز کائنات کا کھوج لگانے پر جتنا زور دیتا ہے کوئی اور مذہب اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ اسلامی معاشرہ میں جاہلوں اور بے علم لوگوں کو ہرگز وہ مقام نہیں مل سکتا جو صاحب علم لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، متعلم ہو، علم سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا ہو۔ اگر پانچویں صورت اختیار کی تو (یاد رکھ) ہلاک ہو جائے گا۔(۳۵) آپ ﷺ نے علم کو ان امور میں شامل کیا ہے جن پر رشک کیا جا سکتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ ہمیشہ یہ دعا فرماتے کہ:

ربّ زدنی علماً(۳۶)

ترجمہ: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

اسی طرح فرماتے کہ: **اللّھم انفعنی بما علّمتنی وعلّمنی ماینفعنی وزدنی علماً(۳۷)**

ترجمہ: اے اللہ! مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو علم فائدہ پہنچانے والا ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔

منفی تصور تعلیم:

قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا تصریحات کے بعد ہم ذرا اس جانب آتے ہیں کہ فکری یلغار نے امت مسلمہ کے تصور علم پر کاری ضرب لگائی ہے، جس کے نتیجے میں مسلم عوام ہی نہیں خواص کے نزدیک بھی حقیقی علم کی تعریف وتعبیر اور مقصدیت کا حلیہ بگڑ گیا ہے اسی مناسبت سے نظریہ تعلیم اور تعلیم یافتگی کا مقصد عین خالص مادہ پرستانہ بن کر رہ گیا ہے۔(۳۸) اب ایسی باتیں سنانے والے بھی کم یاب ہیں اور سننے وماننے والے بھی کم یاب، کہ:

علمے که راه حق نه نمایدت جهالت است

ترجمہ: وہ علم، جو حق کی طرف راہنمائی نہ کرے، جہالت ہے۔

لہٰذا ملت کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے کی تقریباً تمام تحریکوں اور تعلیمی کاروانوں کو اسی خدا بیزار اور دین بیزار نظریہ تعلیم سے قوت محرکہ وتوانائی ملتی ہے۔ لیکن ہم یہاں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام علوم جدیدہ کے حصول سے کبھی بھی نہیں روکتا بلکہ ایسے علوم کے حصول کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کی ہم ذیل میں تفصیل بیان کرتے ہیں۔

اکتساب علوم جدیدہ:

آنحضرت ﷺ نے مختلف زبانوں کی تدریس کی حوصلہ افزائی کی تا کہ مسلمان دوسرے مذاہب کی دوسری زبانیں بولنے والے افراد کو بہتر طور پر سمجھ اور سمجھا سکیں۔ زبان دانی وغیرہ اور دیگر امور میں غیروں سے استفادہ لینا کوئی بری بات نہیں، جدید دور میں عصری علوم میں مہارت حاصل نہ کرنے کی ایک وجہ زبانوں پر دسترس نہ ہونا بھی ہے۔(۳۹) مسلمانوں نے ہمیشہ تعلیمات نبویہ ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے جدید علوم وفنون کو حاصل کیا اور اس کے لئے جس زبان کو سیکھنے کی ضرورت پڑی اس سے بھی دریغ نہیں کیا۔(۴۰) کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا(۴۱)

ترجمہ: اور اسی (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا فرمایا جو زمین میں ہے۔

1:۔ اس میں دوسری زبانیں سیکھنا بھی شامل کر سکتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ عبرانی سیکھو، تو انہوں نے تھوڑے سے عرصے میں عبرانی زبان سیکھ لی۔(۴۲) اور اس سلسلے میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ

کوعبرانی سیکھنے کو کہا تاکہ یہودی تورات کے پڑھنے میں آپ ﷺ سے غلط بیانی نہ کرسکیں۔ اسی طرح انہوں نے عبداللہ بن سلامؓ کو تورات پڑھنے کی ہدایت کی، عبداللہ بن عباسؓ کو بشارت دی کہ وہ قرآن اور تورات دونوں سے استفادہ کرسکیں گے، لہذا عبداللہ بن عباسؓ نے سریانی سیکھی۔ وہ ایک دن قرآن اور ایک دن تورات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (۴۳)

2:۔ اس میں دینی تعلیم کے علاوہ دوسرے امور میں غیروں سے استفادہ بھی شامل ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ:

كلمة الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها(۴۴)

ترجمہ: علم وحکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں سے بھی ملے وہ دوسروں کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہیں۔

3:۔ اس میں نظری تعلیم ہی نہیں عملی فنون بھی شامل ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے مدینے میں نیزہ بازی اور تیراندازی کی مشقوں کی تحسین فرمائی۔ (۴۵) اور ارشاد فرمایا کہ:

تعلموا الرمى والقرآن(۴۶)

ترجمہ: تیراندازی سیکھو اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو۔

معلم انسانیت، محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور حکم اقراء کے فیضان سے علوم وفنون، فکر وفلسفے، مثالی تہذیب وتاریخ، سائنس وٹیکنالوجی اور عظیم تہذیب وتمدن کا آغاز ہوا اور دنیا علمی تہذیبی وثقافتی حوالے سے نئے دور میں داخل ہوئی اور امت مسلمہ کئی صدیوں تک تعلیم، تہذیب وثقافت، سائنس اور ٹیکنالوجی میں دنیا کی امام رہی۔ موجودہ سائنس وٹیکنالوجی اسی مثالی عہد کی یادداشت اور پیداوار ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّ تَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۴۷)

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لیکر رواں ہیں اور مینہ میں جس کو خدا آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کردیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

دلائل ربوبیت کے سلسلے میں قرآن حکیم کی یہ ایک بہت ہی جامع آیت ہے جس میں مختلف مظاہر ربوبیت کا تذکرہ کر کے اہل علم ودانش کو ان مظاہر میں موجود نظام فطرت کے حقائق منظر عام پر لانے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس آیت میں آٹھ قسم کے دلائل ربوبیت بیان کئے گئے ہیں جو زمین سے لے کر آسمان تک تمام مظاہر ربوبیت پر محیط ہیں اور ان مظاہر ودلائل کی تفصیل اور ان میں موجود حقائق ومعارف کے استنباط کے لئے حسب ذیل علوم کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ علم تخلیق کائنات (Cosmology)، فلکیات (Astronomy)، فلکی طبعیات (Astrophysics)، موسمیات (Meteorology)، ارضیات (Geology)، ارضی طبعیات (Geophysics)، جغرافیہ

(Geography)، علم معدنیات (Mineralogy)، طبعیات (Physics)، کیمیا (Chemistry)، حیاتیات (Biology)۔ واضح رہے کہ یہ علوم جدید سائنس کے بنیادی علوم شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے ضمن میں مزید کئی علوم ان کی شاخوں کے طور پر وجود میں آچکے ہیں اس لحاظ سے یہ آیت کریمہ تمام سائنسی علوم کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔(۴۸)

اس حقیقت پسندانہ سوچ کے باوجود عصر حاضر کا یہ عظیم المیہ ہے کہ مسلمانوں کا جس قدر علمی عروج اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر کئی صدیوں تک قائم رہا اسی قدر وہ آج انحطاط وتنزل کا شکار ہے۔ ایک وقت وہ تھا جب پورا یورپ جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا، مدارس اسلامیہ بالخصوص غرناطہ، طلیطلہ اور بغداد میں علم کی قندیلیں روشن تھیں، یورپ کے بیشتر جویان علم مسلمان اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اپنی علمی تشنگی دور کرتے تھے۔ اس قابل فخر تہذیب وثقافت کی علمبردار اور ماضی میں شاندار علمی اور تہذیبی روایات کی امین امت مسلمہ آج تعلیمی حوالے سے کس مقام پر ہے؟ اس حوالے سے حقائق انتہائی افسوس ناک ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ کی موجودہ تہذیب وترقی مسلمانوں کے سائنسی ارتقاء کی مرہون منت ہے، صقلیہ میں فریڈرک دوم اور اس کے جانشینوں نے مختلف علوم وفنون کی کتابیں لاطینی میں بکثرت ترجمہ کرائیں۔ عربی کتابوں کی لاطینی تراجم یورپ کے لئے سرچشمہ رحمت ثابت ہوئے۔ مسیحی یورپ نے مسلمانوں کے علوم راجر بیکن سے سیکھے جس نے خود آکسفورڈ کے علاوہ پیرس میں قیام کر کے مسلمانوں کے علوم سیکھے تھے وہ برملا یہ اعتراف کرتا تھا کہ: ''اس کے معاصرین کے لئے علم صحیح کا واحد ذریعہ صرف عربی زبان اور اس کے علوم ہیں اسے اعتراف تھا کہ اس نے ارسطو کا فلسفہ ابن رشد کی تصانیف کے تراجم سے سیکھا ہے''۔(۴۹)

سائنس وٹیکنالوجی:

مقام افسوس ہے کہ اس اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے باوجود دنیائے اسلام مجموعی طور پر علمی وسائنسی پسماندگی کا شکار ہے۔ اگر دیکھا جائے تو موجودہ سائنس وٹیکنالوجی کی اصل بنیاد مسلمانوں نے ہی فراہم کی تھی۔ قرون وسطیٰ میں جب سارا یورپ جہالت اور لاعلمی کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، دنیائے اسلام طب، کیمیا، جغرافیہ، فلسفہ، ہیئت، فلکیات اور دیگر علوم میں اوج ثریا پر پہنچی ہوئی تھی۔ اس دور میں اسلامی دنیا نے عالمی شہرت کے لاتعداد سائنسدان اور محقق پیدا کئے، مثلاً البیرونی، الخوارزمی، الزہراوی، الرازی، ابن سینا، ابن الہیثم، مسعودی، جابر بن حیان، عمر خیام اور فارابی وغیرہ۔ اگر کہا جائے کہ دنیا ابھی تک البیرونی کا ہم پلہ پیدا نہیں کر سکی تو بے جا نہ ہوگا۔ البیرونی وہ بلند پایہ سائنسدان تھا جو بیک وقت ماہر طبعیات، ماہر لسانیات، ماہر ریاضیات، ماہر ارضیات بھی تھا اور جغرافیہ دان، ادیب اور طبیب بھی۔(۵۰) بوعلی سینا طب اور فلسفے میں مشرق ومغرب کے امام اعظم مانے جاتے ہیں۔ ان کی کتاب ''القانون فی الطب'' صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔(۵۱) جابر بن حیان ''بابائے کیمیا'' کے نام سے مشہور ہیں۔ روشنی پر دنیا کی سب سے پہلی کتاب ''المناظر'' ابن الہیثم نے لکھی۔ ابو النصر فارابی نے موسیقی میں ابتدائی سائنسی تحقیق کی۔(۵۲) الغرض قرون وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اس وقت عیسائی دنیا پر جہل واوہام کی تاریکی محیط تھی اور انہیں علمی مشاغل کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ گستاؤلی بان نے لکھا ہے کہ: ''یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی، یورپ میں عربوں کے علوم سپین، سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے اگر عربوں کا نام یورپ کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی حیات ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا

پڑتی ہے"۔(۵۳)

لیکن بارہویں صدی کے بعد رفتہ رفتہ مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی میں مزید محنت اور تحقیق سے کنارہ کش ہوگئے، ہمارے باہمی نفاق اور جھگڑوں کے باعث ہمارے اسلاف کے عظیم علمی کارنامے اور ایجادات ہم سے چھن گئیں اور اہل یورپ اور انگریزوں سے منسوب ہوتے گئیں۔ مسلم امہ ذہنی اور علمی طور پر پسماندہ اور مغربی اقوام جدید علوم میں ترقی کرتی چلی گئیں۔

افسوس! ہم سے اپنے آباء کی علمی وتحقیقی میراث سنبھالی نہ گئی اور ہم نے ان کی برسوں کی محنت وریاضت، بیش بہا تحقیق وعلم کو ضائع کردیا اور آج پوری امہ علم، جدید تحقیق اور سائنس وٹیکنالوجی کے لئے انہی اقوام کی دست نگر ہے جنہوں نے علم وفن مسلمانوں سے ہی سیکھا تھا۔ اس میں قصور اسلام یا ہمارے اسلاف کا نہیں بلکہ ہم جیسے نااہل اولادوں کا قصور ہے۔ سیرت طیبہ سے ناواقفیت کی وجہ سے سائنس وٹیکنالوجی مسلم معاشرے میں روایات کی صورت اختیار نہ کرسکے اور سائنس کے بنیادی تصور کو عام نہ کیا جاسکا، جبکہ یہ امت جابر بن حیان، ابن ہشام اور الخضروی کی امین تھی۔ یہ عروج دوبارہ سیرت طیبہ سے ہی حاصل ہوگا۔ اس مشکل دور میں جب تمام مسلم اقوام علمی پستی کا شکار ہیں، اس تشویشناک صورتحال کا فوری علاج ناگزیر ہے اور امت مسلمہ کی نشاط ثانیہ اس بات میں مضمر ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کرتے ہوئے جدید علوم اور سائنسی تحقیق وتخلیق کو اولیت دیکر مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی کی جائے۔

فعال علمی مرکز کا قیام:

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو حیات انسانی کے ہر پہلو کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ مسلمانان عالم نے جب تک تعلیم کو وظیفہ حیات بنائے رکھا وہ کامیاب رہے۔ عصر حاضر کا تقاضا سائنسی اور فنی تعلیم ہے، اس کا واضح ثبوت مغربی ممالک کی ترقی ہے، لیکن امت مسلمہ تمام تر وسائل اور سہولتوں کے باوجود سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم تعلیم کی طرف سے مجرمانہ تغافل برت رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جدید علوم کی تدریس کے بغیر تصور جہانگیری اور جہانبانی خام خیالی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ سائنسی وتکنیکی علوم کے لئے محنت کی جائے۔ ایک مربوط تعلیمی نظام جو امت مسلمہ کے ہر گروہ کی کفالت کرے وقت کی آواز ہے۔ امت مسلمہ کے تمام ممالک مل کر تحقیقی ادارے قائم کریں اور پھر ہر ملک کے ذہین نوجوانوں کو وہاں تعلیم وتربیت دیں تاکہ مغربی ترقی کا وافی اور کافی جواب دیا جاسکے۔ اسی لئے تو شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے ایک عالمی مسلم یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ تیار کیا تھا جس میں موصوف نیا امت مسلمہ کو مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی کے لئے گراں قدر تجاویز دی ہیں، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس خاکہ میں حقیقت کا رنگ بھرا جائے اور امت مسلمہ اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے عملی پیش رفت کرے۔ اس سلسلے میں موصوف لکھتے ہیں کہ:

"ایک ایسے فعال مرکز کا قیام ضروری ہے جہاں مسلمان نوجوانوں کے ذہن کی صحیح تربیت کی جائے اور ایک بین الملی سوچ کو پروان چڑھایا جائے۔ عالمی یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد انسان کے ادراک حقیقت کو پروان چڑھانا اور اسے کائنات کی بنیادی صداقتوں سے از سر نو متعارف کرانا ہو۔ یہ مقصد ایک ایسے نظام تعلیم کے ذریعے حاصل کیا جائے جس کی اساس الہامی اور اکتسابی علوم کے امتزاج اور اشتراک پر ہو اور جس کے تحت ایسے مثالی ادارے قائم کئے جائیں جہاں سائنسدانوں اور دانشوروں کی ایسی نسلیں تیار ہوں جو ایک طرف تو عمرانی، طبعیاتی اور حیاتیاتی علوم کی ماہر ہوں اور دوسری طرف قرآن، حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھتی ہوں۔ جب تک اس قسم کے لوگ نسل در نسل زندگی کے ہر شعبے پر

مستحکم نہیں ہو جاتے تب تک احیائے اسلام کی کوئی تحریک جڑ نہیں پکڑ سکتی.............. ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اسلامی افکار ونظریات کو سائنسی بنیادوں پر منظم کرنے کے لئے ایک ایسا فلسفیانہ ادارہ قائم کیا جائے جہاں ان افکار ونظریات کو سائنٹیفک طریقہ سے پیش کیا جاسکے۔اس نوعیت کا ادارہ ایک عالمی یونیورسٹی ہی ہو سکتا ہے............. مجوزہ اسلامی دانشگاہ کے ساتھ مسلم ممالک کے ایسے تعلیمی وتحقیقی اداروں کا الحاق بھی کیا جانا چاہئے جو ترقیاتی منصوبہ بندی میں اپنے تجربات کو باہمی استفادہ کے لئے مربوط بنا سکیں جیسا کہ یونائیٹڈ نیشنز یونیورسٹی اور اس سے ملحقہ ادارے کر رہے ہیں اور جن کے سٹاف ماہرین کی بین الاقوامی جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔جب تک مسلم ممالک اس نہج پر اپنے اعلیٰ تربیتی اور تحقیقی اداروں کو منظم نہیں کرتے اور اپنے تجربہ کار ماہرین اور نوجوان فاضلین کو مشترک افادیت کے منصوبوں پر کام کرنے کے لئے یکجا نہیں کرتے ،اس وقت تک انہیں اپنے وسائل پر کلی اختیار حاصل نہیں ہو سکتا اور اس اختیار کے بغیر قومی آزادی اور حاکمیت بھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ترقی پزیر ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں گراں خرچ تحقیق کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے انہیں دنیا کے علمی ذخائر سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے محدود وسائل کو محض اطلاقی میدان میں استعمال کرنا چاہئے۔یہ مشورہ ان ممالک کو دائمی محتاجی کی طرف دھکیل دینے کے مترادف ہے۔لہٰذا ہر مسلمان ملک کو باہمی اشتراک سے سائنسدانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کرنی چاہئے جنہوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہو"۔(۵۴)

دینی وعصری علوم کا امتزاج:

مسلم امہ کو چاہیے کہ وہ اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو بھی حاصل کرے۔دنیا میں ترقی کی رفتار کو اپنے ساتھ برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی ان عصری علوم پر دسترس حاصل کریں۔اسلام کبھی بھی ترقی اور سائنس کی راہ میں حائل نہیں رہا بلکہ وہ انسان کی عقلی سرگرمیوں کو اس قدر پسند کرتا ہے کہ اس کو فرشتوں سے افضل قرار دیتا ہے۔کسی اور مذہب نے عقل پر اتنا زور نہیں دیا جتنا اسلام نے دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی زندگی کے تمام مظاہر میں علم کو فوقیت حاصل ہے۔(۵۵) اسلام کائنات کے سربستہ رازوں پر ہر طرح کی تحقیق کی بھرپور دعوت دیتا ہے تا کہ اپنی عقل وجستجو کے ذریعے نت نئے ایجادات کر کے معاشرے کو خوشحالی اور امن کا گہوارہ بنایا جائے۔جن لوگوں نے قرآن حکیم کی تعلیمات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے انہیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ جدید سائنسی دور کا آغاز چودھویں صدی عیسوی سے نہیں بلکہ نزول قرآن کی تاریخ (چھٹی صدی عیسوی) سے ہوا ہے۔اسی نے سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کیا کہ کائنات کی ساری چیزیں (آفتاب وماہتاب سے لے کر ذرہ تک) اپنی اصلی ساخت اور مقصد کے لحاظ سے انسان کی خدمت گزاری کے لئے پیدا ہوئی ہیں اور انسان کو یہ اہلیت دی گئی ہے کہ وہ عقل وتجربہ کی رہنمائی سے ان پر قابو حاصل کر کے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ:

"According to the Quran,there are two other sources of knowledge,Nature and History; and it is in tapping these sources of knowledge that the sprit of Islam is seen at its best".(56)

اس سلسلے میں مولانا شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں کہ:"انسان کو سب سے پہلے جو علم عطا کیا گیا وہ علم اشیاء ہے۔یعنی تمام موجودات عالم اور ان کی خصوصیات وامتیازات کا علم۔اس کو ہم مختصر طور پر "علم اسماء" یا علمی مظاہر کائنات کہہ سکتے ہیں۔موجودہ دور میں سائنس جن چیزوں سے بحث کرتی ہے وہ ہی موجودات عالم ہیں"۔(۵۷) گویا سائنسی علم موجودات پر تحقیق کا نام ہے اور خالق کائنات نے سب سے پہلے آدم کو

موجودات کی طرف توجہ دلا کر اس کا علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی طرح شیخ طنطاوی اشیاء کے علوم سے واقفیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فمن لم یقدر معرفۃ مراتب الاشیاء لایستحق ان یکون خلیفۃ علیھا (۵۸)

ترجمہ: جو ہستی اشیائے عالم کے مراتب سے ناواقف ہو وہ ان اشیاء پر خلیفہ ہونے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔

یہ دور سائنسی ترقی اور فنی عروج کا دور ہے، امت مسلمہ جب تک جدید دور کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں نہیں اترے گی دنیا کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ پوری امت مسلمہ من حیث القوم ٹیکنیکل ایجوکیشن کی طرف اغماض برت رہی ہے۔ باصلاحیت نوجوانوں کو تحقیق اور کام کرنے کی سہولیات مہیا نہیں کی جا رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تحقیقی ذہن رکھنے والے نوجوان سائنسدان ان ممالک کا رخ کرتے ہیں جہاں ان کو اچھا معاوضہ اور عزت ملتی ہے۔ یہ رویہ انتہائی خطرناک اور ناعاقبت اندیشانہ ہے، اس طرح سے تو ہم اپنے ہاتھوں اپنے قیمتی اثاثہ جات کو ضائع کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک باہمی تعاون سے نوجوانوں کو تحقیقی کام کرنے کی سہولیات مہیا کریں، ان کی حوصلہ افزائی کریں، ان کو عزت اور اعلیٰ مقام دیں۔ مسلم طلبہ نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کریں۔ یورپ تو اپنے اداروں میں مسلم طلبہ کو ان مضامین میں داخلہ دیتا ہی نہیں۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ مسلم سائنس دان جو نیوکلیئر سائنسز میں ماہر ہیں، مسلم ممالک میں اس علم کو فروغ دیں۔ مسلم ممالک کی یونیورسٹیاں یہ تعلیمی ذمہ داری اٹھا سکتی ہیں کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم میں ایسے قائدین کی ٹیم تیار کریں جو عمرانی اور معاشرتی میدانوں میں ایسے سائنس دانوں کو تیار کریں جن کی اسلامی ممالک کو ضرورت ہے۔ (۵۹) کوئی بھی اسلامی ملک بھاری مشینری بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے انہیں بیرون ملک سے درآمدات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اسلامی دنیا کا تعلیم بالخصوص سائنس و ٹیکنالوجی سے غفلت برتنا اور انہیں نظر انداز کرنا ہے حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل کا زیادہ حصہ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں پر صرف کریں۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کے تقاضوں کے تحت جدید تعلیم اور اطلاعاتی تعلیم (Information Technology) کا دائرہ تمام اسلامی ممالک میں وسیع کیا جائے (۶۰) کیونکہ اگر دیکھا جائے تو قرون وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی اور اکیسویں صدی کی جنگ بھی صرف اور صرف علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ہی جیتی جائے گی۔

سائنسی تحقیق پر توجہ:

سیرت طیبہ سے ناواقفیت کی وجہ سے سائنس و ٹیکنالوجی مسلم معاشرے میں روایات کی صورت اختیار نہ کر سکے اور سائنس کے بنیادی تصور کو عام نہ کیا جا سکا، جبکہ یہ امت جابر بن حیان، ابن ہشام اور الخضروی کی امین تھی۔ یہ عروج دوبارہ سیرت طیبہ سے ہی حاصل ہوگا۔ اس مشکل دور میں جب تمام مسلم اقوام علمی پستی کا شکار ہیں، اس تشویشناک صورتحال کا فوری علاج ناگزیر ہے اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اس بات میں مضمر ہے کہ قرآن و سنت پر عمل کیا جائے۔ جدید علوم اور سائنسی تحقیق اور تخلیق کو اولیت دی جائے۔ ”سائنس و ٹیکنالوجی میں مسلمان بہت پیچھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں تعلیم کم ہے جو ہے اس کا کوئی معیار نہیں، عمدہ تجربہ گاہیں موجود نہیں، سائنسی ترقی پر خرچ کرنے کے لئے بجٹ نہ ہونے کے برابر ہے“ (۶۱)۔ سائنسی ترقی کے لئے اسلامی ممالک کی تنظیم کامسٹیک کا اجلاس ستمبر ۲۰۰۱ء میں اسلام آباد میں ہوا جس میں سارے مسلم ممالک نے مل کر آئندہ مالی سال کے لئے سات ملین ڈالر کا بجٹ بنایا (۶۲) یہ بجٹ شرمناک ہے اگر یہ سات ہزار ملین ہوتا تو بھی کم تھا۔ ہماری کیفیت یہ

ہے کہ ہم محض مغربی ٹیکنالوجی کے مستقل خریدار اور استعمال کنندہ ہیں (۶۳) امت مسلمہ کو اپنے بجٹ کا ایک خاصا حصہ سائنسی تعلیم کے لئے وقف کرنا ہوگا تا کہ ہمارے نوجوان جدید فنی ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان عمل میں اتریں۔ جب تک تعلیمی پالیسی میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تعلیم کی مد میں اخراجات میں نمایاں اضافہ نہیں کیا جاتا اس وقت تک مسلمان بنیادی علم، سائنسی تحقیق اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی میں پیچھے ہی رہیں گے۔ ٹیکنالوجی اور سائنس سے طویل المیعاد وابستگی ضروری ہے، اس کے علاوہ سائنسی کاوشوں میں مغرب سے ٹیکنالوجی کی منتقلی اور تعاون کا عمل بھی مفید ثابت ہوگا۔ (۶۴)

حرف آخر:

اسلام بذات خود سراپا علم ہے جو فلسفہ حیات اور نظام حیات کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ یہ علم حد درجہ جامع اور عملی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کے آنے سے نہ صرف سابقہ علوم جیسے کچھ وہ تھے اور جتنے کچھ وہ تھے دب گئے اور پس منظر میں چلے گئے بلکہ علم و آگاہی کا ایک ایسا نیا دور شروع ہوا جو تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ دیکھنے کو آیا۔ اس کے بعد انسان کا علم مسلسل بڑھتا اور ترقی کرتا چلا گیا۔ آج مغرب کے جس علم کا دنیا میں چرچا ہے اس کی بنیاد میں اسلام کا دیا ہوا علم ہی ہے جو مغرب کی بیداری کا ذریعہ بنا اور اسے ترقی کی بلندیوں پر لے گیا۔ یہ ایک ایسا علم تھا جس پر ''حقیقی علم'' کی اصطلاح صادق آتی ہے، اس علم کے مقابلے میں سابقہ فلسفوں کو اوہام اور خرافات کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے اسلام اس دور کو دور جاہلیت قرار دیتا ہے۔ اسلام علم کو روشنی اور بصیرت قرار دیتی ہے جس کے بغیر سفر حیات طے کرنا اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں علم کی اہمیت وفضیلت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ اسلام ایک علمی تحریک کا نام ہے جو دنیا سے جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی منشاء ہی انسان کو علم وعرفان سے نوازنا تھا تا کہ وہ اپنی تفویض کردہ خلافت کی ذمہ داریوں کو صحیح معنی میں ادا کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تخلیق آدم کے موقع پر اس کو اشیاء کے نام بتا کر علم کی فضیلت سے بہرہ ور کیا گیا جس کے فرشتے بھی متحمل نہیں تھے۔ چونکہ خدائی حکمت عملی کا آغاز علم ومعرفت سے کیا گیا لہذا اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تحریک کے ابتدائی دنوں میں ہی تحصیل علم پر زور دیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فروغ علم کا کام رفتار پکڑ چکا تھا۔ وہ ''امی معاشرہ'' اب ''خواندہ معاشرہ'' میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اسلامی دور اقتدار میں علم کو جو فروغ حاصل ہوا اس کی بدولت یورپ نے اس سے مستفید ہو کر اپنی جہالت وپستی کو علم وترقی میں بدل ڈالا۔ اس بات سے کون ناواقف ہے کہ اسلامی دنیا سے جو یونانی علوم کے عربی میں تراجم ہوئے اور یورپ کے طول وعرض میں پھیلے وہی فروغ علم کا اصل ذریعہ تھا۔ لہٰذا موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک متحد ہو کر جدید سائنسی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں کثیر تعداد میں طلبہ، اساتذہ اور ماہرین کے باہمی تبادلے سے ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کی مشترکہ سعی کریں۔ ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول سمیت ہر قسم کی سائنس وٹیکنالوجی حاصل کی جائے۔ زندگی کے ہر شعبے میں خود کفالت حاصل کی جائے۔ مسلم امہ مشترکہ طور پر سائنس وٹیکنالوجی اور علم وفن

کے اعلیٰ ادارے بنائے اور برادر اسلامی ممالک اس ضمن میں ایک دوسرے سے کامل و مکمل تعاون کریں۔۔۔ امت مسلمہ کے تمام ممالک مل کر تحقیقی ادارے قائم کریں اور پھر ہر ملک کے ذہین نوجوانوں کو وہاں تعلیم و تربیت دیں تاکہ مغربی ترقی کا وافی اور کافی جواب دیا جاسکے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ نے جو عالمی مسلم یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ تیار کیا تھا جس میں موصوف نیامت مسلمہ کو مستقبل کی تعلیمی منصوبہ بندی کے لئے گراں قدر تجاویز دی ہیں، اس خاکہ میں حقیقت کا رنگ بھرا جائے اور امت مسلمہ اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے عملی پیش رفت کرے۔

سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں اگر آگے بڑھنا ہے تو تعلیم کا معیار بڑھانا ہوگا، عمدہ تجربہ گاہیں بنانے ہونگے، سائنسی ترقی پر خرچ کرنے کے لئے بجٹ کا ایک خاصا حصہ سائنسی تعلیم کے لئے وقف کرنا ہوگا تاکہ ہمارے نوجوان جدید فنی ہتھیاروں سے لیس ہوکر میدان عمل میں اتریں۔ جب تک تعلیمی پالیسی میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تعلیم کی مد میں اخراجات میں نمایاں اضافہ نہیں کیا جاتا اس وقت تک مسلمان بنیادی علم، سائنسی تحقیق اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کرسکتے۔

جدید سائنسی علوم کے حصول کی سنجیدہ کوششوں کے ساتھ دینی اور شرعی علوم کے حصول کا حکومتی اور اسلامی ممالک کی تنظیم کی سطح پر متحدہ اور مشترکہ انتظام کیا جائے۔ اسلامی ممالک پر غیر ملکی تسلط یا ان کے اثر انداز ہونے کی بناء پر، بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں کو ان کے مذہبی علوم سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور مسلمانوں نے مجرمانہ حد تک ان کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ شرعی علوم سے ناواقفیت کی بناء پر آج مسلمان اپنے دینی علوم حاصل کرنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا اس روش کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو اپنے دینی علوم کی جانب دوبارہ راغب کرنے کے لئے اسلامی ممالک مشترکہ طور پر عملی کوشش کریں۔ امت مسلمہ کو یہ بحران بھی درپیش ہے کہ ہم نے نصاب تعلیم کو دو خانوں یعنی قدیم و جدید اور دینی و دنیوی میں تقسیم کیا ہوا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں نظام ہائے تعلیم کا تفصیلی جائزہ لے کر ایک ایسا متوازن نصاب مرتب کیا جائے جو عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہو، اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ قرآن و حدیث کے علوم کی بالادستی برقرار رکھتے ہوئے ان کی روشنی میں سیاسیات، معاشیات، سماجیات اور سائنسی و فنی علوم کو نئی نسل تک منتقل کرنے کے لئے تمام مسلم ممالک اپنا کردار ادا کریں، تاکہ دین اسلام کی تمام شعبہ ہائے حیات میں بطور رہنما اور نظام کے اہمیت واضح ہوسکے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی دنیا من حیث المجموع اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے عصری علوم میں قرون اولیٰ کی طرح آج بھی پوری دنیا پر اپنی سیادت و بالادستی قائم کرے اور یونیسکو وغیرہ کی علمی امداد و معاونت سے مستغنی ہوکر اپنا مضبوط علمی بلاک تشکیل دے جس میں دینی علوم کے احیاء کے ساتھ عصری علوم کی مسلم ماہرین کے زیر نگرانی از سر نو تدوین کی جائے تاکہ مغربی ممالک پر انحصار کی بجائے مسلمان خود دنیا کے جملہ شعبوں میں استیلا و غلبہ حاصل کرسکیں۔ آخر میں یہ بھی لکھتا چلوں کہ اصل چیز تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کے نتائج اور اس کا عمل ہے۔ اور دیکھا جائے کہ حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا، اس نے عملی شکل میں کیسی صورت اختیار کی؟ لہٰذا صرف وہی تعلیم فتح مند ہوسکتی ہے جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام ﷺ کا ہے۔

حوالہ جات

۱:۔العنکبوت۲۹:۴۸
۲:۔یٰسین۳۶:۶۹
۳:۔الحاقہ۶۹:۴۱۔۴۲
۴:۔القصص۲۸:۴۴۔۴۶
۵:۔الشوریٰ۴۲:۵۲
۶:۔القصص۲۸:۸۶
۷:۔العلق۹۶:۳۔۵
۸:۔القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، المقدمہ، باب فضل العلماء علی طلب العلم
۹:۔آل عمران ۳:۷
۱۰:۔الفاطر ۳۵:۲۸
۱۱:۔الزمر ۳۹:۹
۱۲:۔الیوسف ۱۲:۷۶
۱۳:۔بحوالہ بالا، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء علی طلب العلم
۱۴:۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، قاہرہ، ۱۳۹۷ھ، ج ۲، ص ۱۴
۱۵:۔العنکبوت۲۹:۲۰
۱۶:۔البقرہ۲:۱۶۴
۱۷:۔میاں محمد اشرف، اسلامی تہذیب، فروغ علم اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۸۷
۱۸:۔عثمانی، مفتی محمد تقی، آنحضرت ﷺ کا انداز تعلیم وتربیت اور اس کے انقلابی اثرات، ماہنامہ البلاغ، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۵
۱۹:۔آل عمران ۳:۱۹۳
۲۰:۔البقرہ۲:۲۵۶
۲۱:۔النحل۱۶:۱۲۵
۲۲:۔الشوریٰ۴۲:۴۰
۲۳:۔الرعد۱۳:۲۲
۲۴:۔البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراھیۃ الصخب فی الاسواق
۲۵:۔میاں محمد اشرف، اسلامی تہذیب، فروغ علم اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۸۷
۲۶:۔ایضاً
۲۷:۔پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ کراچی، ص ۴۲۹
۲۸:۔بحوالہ بالا، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فضل العلماء علی طلب العلم
۲۹:۔ابن کثیر، حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل، تفسیر قرآن العظیم، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۸۳ء، ج ۱، ص ۴۳۶
۳۰:۔آل عمران ۳:۱۸۷
۳۱:۔المجادلہ۵۸:۱۱
۳۲:۔الزمر ۳۹:۹

۳۳: عسقلانی، حافظ ابن حجر، فتح الباری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۱، ص ۱۴۱

۳۴: الفاطر ۳۵: ۱۹۔۲۲

۳۵: مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۲۴

۳۶: طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴

۳۷: الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، حدیث نمبر ۳۵۹۹

۳۸: محمد زین العابدین، فکری یلغار، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۵۸

۳۹: محمد مشتاق، عالمی نظام نو کی تشکیل، وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۶

۴۰: گیلانی، مولانا مناظر احسن، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ج ۲، ص ۳۰

۴۱: البقرہ ۲: ۲۹

۴۲: السجستانی، ابو داؤد سلیمان ابن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب روایۃ الحدیث اہل الکتاب

۴۳: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷۲

۴۴: بحوالہ بالا، سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ

۴۵: بحوالہ بالا، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب التحریض علی الرمی

۴۶: ایضاً صحیح بخاری بحوالہ جمع الجوامع بعنوان تعلموا، ج ۱، ص ۴۷۵

۴۷: البقرہ ۲: ۱۹۳

۴۸: ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، امت مسلمہ کے موجودہ مسائل و درپیش چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت طیبہ سے حاصل رہنمائی کی روشنی میں، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۳۶

۴۹: قاضی محمد مطیع الرحمن، امت مسلمہ کے موجودہ مسائل و درپیش چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت طیبہ سے حاصل رہنمائی کی روشنی میں، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۔۱۴

۵۰: شیخ محمد سرور، سائنس اور جدید علوم میں مسلمانوں کا کردار، روزنامہ جنگ، سنڈے میگزین، ۲۱ مئی ۲۰۰۶ء

۵۱: ایضاً

۵۲: ایضاً

۵۳: گستاؤلی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، لاہور، ص ۵۱۳

۵۴: بحوالہ بالا، ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص ۳۴۱۔۵۰۱

۵۵: علامہ محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر، دار السلام، ریاض، ۲۰۰۳ء، ص ۷۰

56: Dr. Allama Iqbal, The reconstruction of religious in islam, sang Mel, Lahore,1996,p_102

۵۷: ندوی، مولانا شہاب الدین، اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۳۰

۵۸: محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۱ء، ج ۲، ص ۳۵۸

۵۹: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لئے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل سیرت طیبہ کی روشنی میں، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۴

۶۰: پروفیسر عبدالرزاق، پاکستان کے لئے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل سیرت طیبہ کی روشنی میں، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۳

۶۱: ڈاکٹر محمد امین، مسلم نشاۃ ثانیہ اساس اور لائحہ عمل، بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۶

۶۲: ماہنامہ اردو سائنس میگزین، اردو سائنس بورڈ، لاہور، اپریل تا جون ۲۰۰۳ء

۶۳: حوالہ سابق، ڈاکٹر محمد امین، ص ۱۲۶

۶۴: علی نواز میمن، ملت اسلامیہ، مترجم صفوت قدوائی، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۰

★★★